

تحقیق و بحث

وہابیہ و اہل حق کیلئے

قسط ۲ (آخری)

روح، عذاب قبر اور سماع موتی

یہ تو غیر مستفسرین کے سوالوں کے جواب تھے۔ اب زیر بحث حدیث کی طرف آئیے۔ جو کہبتی ہے کہ مردہ اگر سلام کہنے والے کو پہچانتا ہے۔ تو جواباً اس پر سلام سی کہتا ہے۔ اور اگر نہیں پہچانتا تو صرف اسے لوٹا دیتا ہے۔ اور ایسی طرح بعض دوسری روایتوں میں یوں بھی ہے کہ مردہ اپنے واقف کے آنے سے خوش ہوتا ہے۔ اور اس کے بار بار آنے جانے سے انوس ہو جاتا ہے۔

اب ایسی احادیث سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

جملی حدیث کے نتائج | (۱) قبرستان میں ہر طرف حُرفے ہی نہیں بلکہ رُوحیں بھی ہر وقت موجود

رہتی ہیں اور وہ ان کے بدنوں میں ہوتی ہیں (علین یا یحییٰ میں نہیں ہوتیں)۔
 (۲) ان مُردوں میں شعور بھی ہوتا ہے اور شعور کا تعلق رُوح سے ہے بدن سے نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مُردوں کے اجسام میں رُوحیں موجود ہوتی ہیں۔ یعنی وہ قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔
 (۳) وہ سلام وغیرہ سننے ہی نہیں بلکہ اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔ اور چونکہ یہ سوال و جواب قبر پر ہوتا ہے۔ لہذا اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ قبروں میں مُردے نہیں بلکہ زندہ اور باشعور انسان تشریف رکھتے ہیں۔

اور یہی وہ بنیاد ہے جس کی طبقہ صوفیاء کو نہررت تھی۔ لیکن قرآن ان کی ایک ایک بات کی پُر زور تردید کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ دُور موت کا دُور ہے زندگی کا نہیں۔ قبروں میں پڑے ہوئے لوگ مُردہ ہیں، نہ اُن میں شعور ہے، نہ یہ سن سکتے ہیں نہ جواب دے سکتے ہیں۔ اب دُوبی

راستے ہیں۔ یا تو ان اماموں اور بزرگوں کی روایات اور اقوال اور کاشفات کو مان لیجئے اور قرآن و متبردار ہو جائیے۔ ورنہ ان سب خرافات سے دستبردار ہونا پڑے گا۔
اللہ تعالیٰ نے جو استثنائی صورت بیان فرمائی کہ ”اللہ اگر چاہے تو مردوں کو سنا سکتا ہے؟“ اس استثناء سے اس قدر گنجائش نکالنا کہ قرآنی تعلیمات کے بالکل برعکس ہو جائے۔ آخر کہاں تک گوارا کیا جاسکتا ہے؟

کتاب الروح اور سماع موتی | اس کتاب کا آغاز سماع موتی پر بحث سے ہوتا ہے، لیکن قرآن کی کوئی آیت ورنہ نہیں۔ آغاز کتاب ابن عبد البر کی اس روایت سے ہوتا ہے جسے ہم نے موضوع حدیث کے تحت درج کیا ہے، اس کے بعد قلیب بدوالی حدیث درج ضرور ہے، لیکن اس پر حضرت قتادہ یا حضرت عائشہؓ کا تبصرہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ بعد از ”لَمْ يَكُنْ عَلَيْكُمْ ذَرْقٌ قَوْمٌ مُّؤْمِنِينَ“ کی روایت درج ہے۔ اور پھر ابن ابی الدنیا کی روایات نہ لود ہیں۔ جس کے متعلق کتاب الروح کے مترجم محمد داؤد راغب رحمانی پہلے ہی مطلع کر دیے ہیں کہ ابن ابی الدنیا کی روایتیں بلا تحقیق کے ناقابل قبول ہیں۔ یہ پانچ روایات درج کرنے کے بعد بزرگوں کے اقوال اور خوابوں کے واقعات کا لانتنا ہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس سے آپ خود ہی اندازہ فرمایئے کہ کتاب و سنت کے معیار پر یہ کس قدر تحقیقی کتاب کہلائے جانے کی مستحق ہے۔

امام ابو حنیفہؒ | حیرت کی بات ہے کہ سماع موتی اور اسی طرح سلوک و تصوف خفیوں اور بالخصوص بریلوی طبقہ میں اتنا مقبول کیوں ہو گیا جبکہ امام ابو حنیفہؒ سماع موتی کے سخت مخالف تھے۔ آپ کے متعلق مشہور واقعہ ہے کہ آپ نے کسی شخص کو ایک قبر پر صاحب قبر کو پکارتے دیکھا تو کہنے لگے:

”تجھ پر پھٹکارا ہو اور تیرے ہاتھ فاک آ کر دیوں، تو ایسے اجساد سے بات کرتا ہے جو نہ آواز سن سکتے ہیں نہ جواب دے سکتے ہیں اور نہ ہی کچھ اختیار رکھتے ہیں؟“
پھر قرآن کی یہ آیت پڑھی: ”وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُورِ“

بائیں ہمہ سماع موتی کی بنیاد پر پھیلنے والے دوسرے شرکیہ عقائد کی سرپرستی کا حق جس قدر فرقہ بریلویہ نے ادا کیا ہے کسی نے کم ہی کیا ہو گا۔ دوسرے نمبر پر دیوبندی حضرات ہیں اور ہمیں انہوں سے کہ الحمد للہ بھی اس میدان میں پیچھے نہیں رہے۔ جتنے رسدنی انہوں نے بھی یہ

حق ادا کر رہا۔

علامہ وحید الزمان | پھر جتنی موتے اچھرا لمحدیث ہوئے۔ تاہم کچھ کچھ سابقہ اثرات طبیعت میں باقی رہ جاتے۔ مثلاً آپ سر عمر تک نصیحت علیؑ کے قائل ہے، اور جہاں کہیں یزید کا نام آیا تو یزید بلید لکھا۔ آپ جب سختی تھے تو سماع موتی کے قائل تھے، اہلحدیث ہوئے تو بھی قائل ہی رہے۔ پھر اس سماع موتی کے مسئلہ میں آپ کو امام ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ سے تائید بھی مل گئی۔ تو اس سماع موتی کے جواز کا خوب پرچار کیا۔ آپ نے قرآن کی تفسیر موضع القرآن بھی لکھی۔ صحابہؓ کا اردو میں ترجمہ بھی کیا۔ لغات الحدیث بھی لکھی۔ تو جہاں کہیں آپ کو اس مسئلہ کو زیر بحث لانے کا موقع ملتا۔ آپ اسی طرح کا انداز اختیار کرتے رہے۔ حیدر اکرم کتاب الروح کے حصے سے متعلق پیش کر چکے ہیں۔ ہم یہاں لغات الحدیث سے سماع موتی کے متعلق آپ کا ایک اقتباس پیش کرتے ہیں۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس مسئلہ میں آپ کا طرز استدلال کس قدر سطحی اور جانبدارانہ قسم کا ہے۔ ”سمع کے تحت فرماتے ہیں:

”اِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتٰی“

”تو مردوں کو (یعنی کافروں کو) اسلام نہیں قبول کروا سکتا۔“

”اس آیت سے سماع موتی کی نفی نہیں نکلتی۔ جیسے حضرت عائشہؓ نے خیال کیا، کیونکہ سماع سے یہاں سماع اجابت مراد ہے۔ جیسے اسمع غیر مسمع میں۔ اور معتدوا مادیت سے سماع موتی ثابت ہے جیسے اوپر گزر چکا۔ اور اہل حدیث کے بڑے بڑے امام جیسے ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ اسی کے قائل ہیں۔ صرف خفیہ اور معتزلہ نے اس کا انکار کیا۔ مجمع البحار میں ہے کہ ”اِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتٰی“ کا معنی یہ ہے کہ ”تو ان جاہلوں کو نہیں سمجھا جاسکتا، جن کو اللہ تعالیٰ نے جاہل بنا دیا ہے۔“

(لغات الحدیث، ردیف ص ۱۳۳)

اس اقتباس پر تبصرہ کرنے کی ہمیں ضرورت نہیں۔ کیونکہ علامہ صاحب کے ان دلائل کے

متعلق ہم پہلے ہی بہت کچھ چکے ہیں۔

۱۰ جب ترجمہ ہی بدل دیا تو نفی نکل بھی کیسے سکتی ہے؟ پھر ترجمہ بدل دینے کے بعد اس سماع موتی کا ذکر دیسے ہی کھٹکتا ہے۔

اللہ کا نکر ہے کہ اہل حدیث نہ کسی امام کا مقلد ہے اور نہ علامہ کا۔ وہ ان بزرگوں کے استفادہ کو کر سکتا ہے۔ مگر روشنی براہ راست کتاب و سنت سے حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین !

سماع موتی اور مولانا مودودی مرحوم

مولانا مرحوم نے سورۃ اہقاف کی آیات ۲۵-۲۶ (جو ہم آیت ۲۵ کے تحت درج کر چکے ہیں) کے تحت بڑا جامع اور بصیرت افروز حاشیہ لکھا ہے جس میں قرآنی آیات کا صحیح مفہوم، استدلال کی صورت، صحیح احادیث کا لٹ لباب سب کچھ آجاتا ہے۔ اور اکثر اشکال بھی دور ہو جاتے ہیں۔ ان کا یہ بیان درج ذیل ہے :

”یعنی ان پکائے والوں کی آواز سرے سے پہنچتی ہی نہیں۔ نہ وہ خود اپنے کانوں سے سن سکتے ہیں، نہ کسی ذریعہ سے ان تک یہ اطلاع پہنچتی ہے کہ دنیا میں انہیں کوئی پکار رہا ہے۔ اس ارشاد الہی کو تفصیل یوں سمجھئے کہ دنیا بھر کے مشرکین، خدا کے سوا جن ہستیوں سے دعائیں مانگتے رہے ہیں۔ وہ تین اقسام میں تقسیم ہیں۔ ایک بے رُوح اور بے عقل مخلوقات، دوسرے وہ بزرگ جو گورچکے ہیں۔ تیسرے وہ گمراہ انسان جو خود بھی گمراہ تھے اور دوسروں کو بھی بگاڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ پہلی قسم کے معبودوں کا تو اپنے عابدوں کی دعاؤں سے بے خبر رہنا ظاہر ہی ہے۔ یہ دوسری قسم کے معبود، جو اللہ کے مقرب بندے تھے تو ان کے بغیر رہنے کے دو وجوہ ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اللہ کے ہاں اس عالم میں ہیں، جہاں انسانی آوازیں براہ راست ان تک نہیں پہنچتیں۔ دوسرے یہ کہ اللہ اور اس کے فرشتے بھی ان تک یہ اطلاع نہیں پہنچاتے کہ جن لوگوں کو یہ بزرگ ساری عمر اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگنا سکھاتے رہے تھے۔ وہ اب الٹی آپ (اس بزرگ) سے دعائیں مانگ رہے ہیں۔ اس لیے کہ اس اطلاع سے بڑھ کر ان کو صد یہ پہنچانے والی کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ اور اللہ اپنے ان نیک بندوں کی ارواح کو اذیت دینا ہرگز پسند نہیں کرتا۔ اس کے بعد تیسری قسم کے معبودوں پر غور کیجئے تو معلوم ہو گا کہ ان کے بھی بے خبر رہنے کے دو وجوہ ہیں۔ ایک یہ کہ وہ زمروں کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی

حالاتِ رحیم ہیں، بند ہیں جہاں دنیا کی کوئی آواز نہیں پہنچتی۔ دوسرے یہ کہ اللہ اور اُس کے فرشتے بھی انھیں یہ اطلاع نہیں پہنچاتے کہ تمہارا مشن دنیا میں خوب کامیاب ہو رہا ہے۔ اور لوگ تمہارے پیچھے تمہیں معبود بناتے بیٹھتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ خبری اُن کے لیے مسرت کا موجب ہوں گی اور خدا اُن کو ہرگز خوش کرنا نہیں چاہتا۔ اس سلسلے میں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو دنیا والوں کے سلام اور ان کی دعاؤں سے رحمت (جیسے قبر پر یا نماز میں) پہنچا دیتا ہے۔ کیونکہ یہ چیزیں ان کے لیے فرحت کا موجب ہیں۔

اسی طرح وہ مجرموں کو دنیا والوں کی لعنت اور پھٹکار اور زبرد تواریخ سے مطلع فرما دیتا ہے۔ جیسے جنگِ بدر میں مارے جانے والے کفار کو ایک حدیث کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تواریخ سنوا دی گئی۔ کیونکہ اُن کے لیے یہ اذیت کا موجب ہے۔ لیکن کوئی ایسی بات جو صالحین کے لئے رنج کا موجب یا مجرمین کے لیے فرحت کا موجب ہو، اُن تک نہیں پہنچاتی جاتی۔ اس تشریح سے سماعِ موتی کے مسئلے کی حقیقت بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔

مسئلہ سماعِ موتی کی پشت پناہی | مندرجہ بالا تصریحات سے یہ نتیجہ نکالنا پسندنا مشکل نہ ہوگا کہ قرآن اس مسئلے کی پرزور تردید کرتا ہے۔ احادیثِ صحیحہ کو سامنے رکھ کر اگر فریقین کے دلائل کا موازنہ کیا جائے تو بھی حضرت عائشہؓ کے دلائل راجح معلوم ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود بعد کے ادوار میں اُمت کے ایک بڑے طبقہ نے سماعِ موتی کے مسئلہ کو درست سمجھا۔ یہ طبقہ دوسری صدی میں صلحاء و زہاد کا طبقہ کہلاتا تھا۔ بعد میں گو وہ صوفیہ کہلانے لگا۔ اس طبقہ کا سارا کاروبار ہی سماعِ موتی کی بنیاد پر قائم ہے۔ یہ مزارات پر چلتے کشیاں، زیارات و مکاشفات، یہ حاجت روائیاں اور تصرفات، امورِ غرض جتنی اس طبقہ سماعِ موتی کے مسئلے کی پشت پناہی اور حفاظت کی ضرورت ہے اور کسی مسئلے کی نہیں۔ اگر قبر میں پرے مجھے بزرگ قبر پر بیٹھ کر مراقبہ کرنے والے بزرگ کی بات ہی نہ سن سکیں یا کسی سائل کی یہ بزرگ درخواست سن ہی نہ سکیں تو اُن کے کام کیسے چل سکتا ہے؟ یہ طبقہ اس بات سے بے نیاز ہے کہ عام مرنے والے ہوں یا نہیں؟ انھیں اس معاملہ سے کوئی غرض نہیں! انھیں اگر غرض ہے تو صرف یہ کہ اُن کے بزرگ

مردوں کو ضرور سنا چاہیے۔

اب دیکھئے صحابہ میں اختلاف صرف اسی ایک مسئلہ سماع موٹی کے مسئلہ پر ہی نہیں ہوا۔ اور بھی کئی مسائل میں ہوا ہے۔ مثلاً حضرت عمر فاروقؓ سے اس بات کے قائل نہ تھے کہ اگر پانی نہ لے تو تہنی شخص صرف تیمم سے بھی پاک ہو سکتا ہے۔ اور حضرت عمار بن یاسرؓ نے اس سلسلہ میں اپنا ذاتی واقعہ بھی پیش کیا اور کہا کہ میں خود ایک دفعہ رسول اللہ کے ہم سفر تھا کہ تہنی ہو گیا۔ پانی نہ ملا تو رمی میں لوٹ پوٹ لگائی پھر نبی اکرمؐ سے واقعہ بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ صرف اتنا کر لینا ہی کافی تھا۔ (یہ کہتے ہوئے) آپؐ نے دونوں ہاتھ زمین پر مارتے اور اپنے چہرہ مبارک اور ہاتھوں پر مسح کیا اور حضرت عمرؓ نے حضرت عمار بن یاسرؓ کے اس بیان کو تسلیم نہیں کیا اور کسی واضح ضعف کے سبب جو ان کو اس روایت میں نظر آیا۔ ان کے نزدیک یہ روایت دلیل نہ ٹھہری۔

مگر دوسرے اختلافی مسائل کا یا تو بعد میں اختلاف ختم ہو گیا۔ جیسا کہ مندرجہ بالا جنس کے تیمم کے درست ہونے کو بعد کے آوار میں سب نے تسلیم کر لیا۔ یا اگر با تو اسی حد تک جس حد تک دور صحابہ میں عقلاً مثلاً صبح کی نماز کی سنتیں اگر قضا ہو جائیں تو وہ غار کے فوراً بعد پڑھی جاسکتی ہیں۔ یا سوئج نکلنے کے بعد ہی پڑھی جاتیں؛ لیکن سماع موٹی کا مسئلہ ایسا ہے کہ جو دور صحابہ میں تو معمولی قسم کا اختلافی مسئلہ تھا مگر بعد کے آوار میں یہ سنگین اور بنیادی قسم کا مسئلہ بن گیا جس کی وجہ یہ تھی کہ ایک فرقہ کے وجود کا انحصار ہی سماع موٹی کے اثبات پر تھا۔

پھر کچھ مسائل ایسے بھی ہیں جو مردوں ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن ان کی کوئی بات بھی نہیں کرتا۔ مثلاً یہ بات کہ ”مردے بولتے ہیں“ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ جب مردہ نہلا کر کھٹا پر رکھا جاتا ہے۔ تو اگر وہ نیک ہو تو قَدْ مُوْنِیْ قَدْ مُوْنِیْ یعنی مجھے جلدی لے چلو جلدی لے چلو کہتا ہے۔ اور اگر بد ہے تو کہتا ہے کہ مجھے کہاں لے جا ہے ہوم وغیرہ لیکن کبھی آپؐ نے منہا ہے کہ یہ مسئلہ بھی زیر بحث آیا ہو؟ اگر زیر بحث آتا ہے تو وہی مسئلہ جو قبر پرستی اور شرک کی بنیاد ہے جس سے ایک طبقہ کا کاروبار بھی وابستہ ہے اور معاش بھی۔ باوجود اس بات کے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کی پر زور تردید فرمائی تھی، لوگوں نے اس کی راہ نکال ہی لی۔

۱۰، ۱۱ فقہی اختلافات کی اصلیت۔ شاہ ولی اللہ دہلوی۔ ترجمہ و نشر و اشاعت۔ علماء اکیڈمی لاہور ص ۹۔ طبع اول ۱۹۸۰ء

چوتھا مرحلہ۔ حیات بعد الممات (آخری زندگی)

یہ مرحلہ بعثت بعد الموت سے لے کر ایک مقررہ وقت تک چلتا ہے۔ یہ دور قتل اور مستقل زندگی ہے۔ روح کو جو جسم اس دور میں مہیا کیا جائے گا اس کی شکل و صورت وہی ہوگی جیسی اس دنیا میں تھی۔ اور وہ سب لوگ خواہ جنتی ہوں یا دوزخی ایک دوسرے کو اسی وجہ سے پہچانتے ہوں گے کہ ان کی شکلیں اور صورتیں بالکل وہی ہوں گی جو اس دنیا میں تھیں۔ البتہ بعض احادیث سے یہ ثابت ہے کہ اس دور میں جو جسم روح کو عطا کیا جائے گا اس کا سائز اس جسم سے بہت بڑا ہوگا جو اسے دنیا میں دیا گیا تھا۔

اس دور کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ تمام بنی آدم اپنے اعمال کی بنیادوں پر گردہوں میں تقسیم ہوں گے۔ اس دور میں استثنائی صورت یہ ہے کہ دوزخی لوگ تو عذاب کی صورت میں ہر آن موت و حیات سے دوچار ہوتے رہیں گے۔ جبکہ جنتی لوگوں کے لیے کسی استثنائی صورت کا ذکر نہیں۔

اس دور میں جنتی لوگ اپنے رب کے دیدار سے مشرف ہوں گے۔ وہ اس دن اللہ تعالیٰ کو ایسے دیکھیں گے جیسے اس دنیا میں بدر کو دیکھ سکتے ہیں اور کوئی اڑہین محسوس نہیں ہوگی۔ جیسا کہ ہم اپنے سابقہ مضمون میں بتلا چکے ہیں کہ ان احادیث کی روشنی میں نہ کہیں تناسخ کی گنجائش نکلتی ہے نہ روح اعظم یا روح کلی کی اور نہ ہی واصل باللہ، فنا فی اللہ، واصل بحق کی یا ایسے ہی کسی کی ذات میں اللہ کے حلول کرنے کی۔ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے روح کے یہ چاروں مراحل بیان کرنے کے بعد فرمایا: "ثُمَّ إِلَيْهِ تَرْجَعُونَ"۔ آیت کے یہ آخری الفاظ ایسے تمام باطل نظریات کو رد کرنے کے لیے کافی ہیں۔ اور اس "إِلَيْهِ تَرْجَعُونَ" کے ضابطہ الہی میں کوئی استثناء بھی نہیں ہے۔

ارواح کی بین المراحل پیش رفت اور مرجعت

ہم روح کے چاروں مراحل کی ترتیب اور ان مراحل میں اگر کسی میں کچھ متشنیات ہیں تو ان کا جائزہ ہم پیش کر چکے ہیں۔ اب ہم ایک ایسے استثناء کا ذکر کریں گے جو مرحلہ ۱ کو سیرے سے ہی حذف کر دیتا ہے۔

شہداء کی زندگی | رُوح کے اس تدریجی سفر میں شہداء کی فضیلت یہ ہے کہ ان سے مرلہ ۲۰ حذف کر دیا گیا ہے۔ ان کی قبر میں سنگِ تحیر کے ذریعہ جانچ ہوتی ہے۔ اور بعض صبح و شام اُن پر رحمت کی طرف سے روزِ نکلتا ہے۔ بلکہ وہ شہید ہوتے ہی سیدھے مرلہ ۲۰ میں یعنی جنت میں پہلے جاتے ہیں۔ یہ فرق البتہ ضرور رہ جاتا ہے کہ جنت میں ان کو سبز پرندوں کا جسم عطا کیا جاتا ہے۔ حالانکہ مرلہ ۲۰ میں ارواح کو اسی شکل و صورت کے اجسام مہیا کئے جاتے ہیں جو مرلہ ۲۰ یعنی ذیوی زندگی میں تھے۔

اس سے یہ اندازہ لگانا بھی درست ہے کہ انبیاء جو شہداء بھی ہوتے ہیں۔ اس بات کے زیادہ مقدار میں کہ ان کی بھی قبریں جانچ نہ ہو۔ اور اس کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ جن باتوں کی جانچ ہوتی ہے ان کے معلوم تو وہ خود ہوتے ہیں، لہذا ان کی جانچ کیسے؟ ان کی ارواح بھی اعلیٰ علیین میں ہوتی ہیں۔ انبیاء کی دوسری خصوصیات یہ ہیں (۲) ان کے اجساد مٹی پر حرام ہیں اور (۳) وہ عذابِ قبر کی آواز سن لیتے ہیں دوسرے کوئی نہیں سن سکتا۔

رُوحوں کی واپسی | عام منابطہ الہی کے مطابق رُوح کا پچھلے مرلہ کی طرف واپسی کا کوئی قانون نہیں۔ جو رُوحیں سجنین میں ہیں، وہ تو اس لیے دنیا میں واپس نہیں آسکتیں کہ وہ اللہ کی حوالات میں مقید ہیں۔ اور جو رُوحیں علیین یا اعلیٰ علیین (جنت) میں ہیں، وہ مجرموں کی طرح مقید تو نہیں، مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ جنت کی نعمتیں یا بلند مقام چھوڑ کر آخر زمین کی طرف کیا لینے آئیں گی؟

اس قانون میں استثناء صرف یہ ہے کہ جب فرشتے کسی انسان کی، خواہ نیک ہو یا بد رُوح قبض کرتے ہیں۔ تو وہ رُوح سجنین یا علیین میں رکھی جاتی ہے۔ پھر اس وقت اس کے جسم کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔ جب اس کے عزیز و اقارب اس کے دفن کرنے کے بعد واپس جا رہے ہوتے ہیں۔ رُوح کا اس وقت لوٹنا نا ایک اضطراری امر ہے۔ کیونکہ جانچ ہر انسان سے کی جاتی ہے، ماسوائے شہداء اور انبیاء کے۔

اس آزمائش کے بعد بھی رُوحیں سجنین اور علیین میں رہتی ہیں۔ ان رُوحوں کو انہی مقامات پر رہنا ہوتا ہے اور اس کی کیفیت وہی ہوتی ہے جو مرلہ ۲۰ میں خواب میں ہوتی ہے۔ پھر کبھی کبھی اس عذاب و ثواب میں کچھ امتداد کی خاطر رُوح کو بدن کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ رُوح کی یہ احياناً ناحیاناً بدن کی طرف بازگشت بھی ایک اضطراری امر ہے۔ اسی گاہے گاہے بازگشت کو

احادیث میں صبح و شام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور یہ اضافہ بدن کی شرکت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے خواب میں کسی شدید واقعہ سے سونے والے کا بدن بھی متاثر ہو جاتا ہے۔
یہ معاملہ کہ رومیوں میں مردہ یعنی علیین اور مجہین سے اپنی قبروں پر تشریف لائیں، یا ان کے مسلسل رابطہ قائم رکھیں یا اپنی قبروں پر عکس ڈالتی رہیں تاکہ جو کوئی انہیں آکر سلام کہے، وہ اس کے سلام کو سن کر اس کا جواب دیں۔ تو ناچار و کلاً ان میں کوئی بات بھی مردہوں کے اختیار میں نہیں ہے۔ لیکن ہمارے تصوف، زردہ طبقہ نے زیر زمین ایک نئی دنیا آباد کر رکھی ہے۔ ان کے نزدیک عام آدمی نہیں تو کم از کم بزرگ حضرات اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح زندہ ہیں جس طرح اس دنیا میں زندہ تھے۔ البتہ ان بزرگوں میں اب تصرف فی الامور کی قدرت دنیا کے لحاظ سے کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ گویا اس دنیا کے جملہ اختیارات انہی فرت شدہ بزرگان کو تفویض کر دیئے گئے ہیں۔ یہ بزرگ لوگوں کی فریاد سنتے بھی ہیں۔ اور اس تکلیف کو دور کرنے کی بھی طاقت رکھتے ہیں۔

اور رسول اللہ تو قبر میں دنیا کی طرح زندہ رہنے کے اور بھی زیادہ حقدار ہیں۔ کیونکہ دنیا بھر کے مسلمان آپ کے روضہ پر جا کر سلام پڑھتے ہیں۔ اور ان کا آپ کو جواب دینا ہوتا ہے۔ اور جب تک قبر میں زندہ تسلیم نہ کیے جائیں۔ وہ سلاموں کا جواب کیونکر دے سکتے ہیں؟ قرآن نے تو کہا تھا کہ "اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّمَا لَمْ تُمَيِّتُوْنَ" مگر یہ حضرات بضد ہیں کہ رسول اللہ کی ذات تو بڑی دور کی بات ہے۔ ہمارے اولیاء بھی قبروں میں زندہ موجود ہیں۔ موت ان کے لیے صرف ایک پردہ ہے۔ بس جو نبی قبر میں پہنچتے اور دنیا والوں کی نظروں سے اوجھل ہوتے ہیں تو ان میں یکدم دنیوی زندگی عود کر آتی ہے۔ اور کسی عاشق رسول نے تو یہاں تک بھی کہہ دیا کہ قبر میں رسول اللہ کے وہی اعمال و اشغال ہوتے ہیں جو اس دنیا میں ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ قبر میں ان پر اندوایں مطلبت بھی پیش کی جاتی ہیں۔ "نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ اَنْزِلُوْا الْهَوَاتِ"۔

نگاہ باز گشت (۱) روح اللہ کی مخلوق ہے۔ حادث ہے۔ قدیم نہیں۔ اور چونکہ مخلوق ہے، لہذا کسی نہ کسی وقت فنا سے دوچار بھی ہوگی۔ بموجب ارشاد باری تعالیٰ: "كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَ ذُرِّيَّتِيْ وَ جَعَلَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ"

(الرحمن: ۲۶-۲۷)

ہر چیز جو اس کائنات میں ہے فنا ہونے والی ہے، صرف تیرے بزرگ بزرگوں کا کار کذات باقی رہ جائے گی؟

۲۔ رُوح پر پادہ مراحل آتے ہیں۔ دوسرے مرحلے میں جان کے بدن سے جو اکرہ کار کا کام دیتا ہے، کیونکہ یہی عرصہ دارالامتحان ہے۔ تیسرے مرحلے میں روح کے بدن کا آسرا چھین لیا جاتا ہے اور چوتھے مرحلے میں روح کو نیا بدن عطا کیا جاتا ہے۔ تاہم مرحلہ سائے اعمال کا بدلہ روح اور بدن بل کر جھگٹ سکیں۔

۳۔ ان چاروں مراحل میں روح زندہ ہی رہتی ہے۔ اور روح ہی وہ شے ہے جو عقل و شعور اور ارادہ و اختیار رکھتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود زندگی کا دور ۹۔ موت ہے جب روح کو بدن بھی نصیب ہوتا ہے۔ بدن اگرچہ بے جان بہت جلد فنا ہوئے دلی اور عقل و شعور یا ارادہ و اختیار سے عاری ہے۔ تاہم زندگی کا ایک لازمی عنصر ہے جس مرحلے میں روح کو بدن نصیب نہ ہو وہ موت کا دور کہلاتا ہے۔

۴۔ ان چاروں مراحل میں روح چونکہ زندہ رہتی ہے۔ لہذا چاروں مراحل میں زندگی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ لیکن یہ آثار چونکہ روح و بدن کے انفصال والی زندگی کی نسبت نہایت کمزور ہوتے ہیں۔ لہذا ان آدوار یعنی مرحلہ ۷ اور مرحلہ ۸ کو موت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۵۔ جن آدوار میں زندگی ہی غالب ہے یعنی مرحلہ ۷ اور مرحلہ ۸ ان میں بھی موت کی استثنائی صورتیں پائی جاتی ہیں۔ جیسے اچانک موتی بطور خرق عادت اور خواب بطور عام ضابطہ الہی۔ تاہم یہ موت کے کمزور سے آثار غیر مسلسل اور غیر مستقل ہوتے ہیں۔

۶۔ بعینہ موت کے دور یعنی مرحلہ ۷ میں بھی استثنائی صورتوں میں زندگی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ اگرچہ یہ آثار حقیقی زندگی کے مقابلہ میں نہایت کمزور ہوتے ہیں۔ جیسے عذاب قبر جو آخرت کے عذاب کے مقابلہ میں ہلکا اور غیر مسلسل ہوتا ہے۔ اور سماع موتی کا مسئلہ بطور خرق عادت ہے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کسی مردہ کی روح کو شاد دیتا ہے۔ اس میں اس مردہ کی روح کے ارادہ و اختیار کو کچھ دخل نہیں ہوتا۔

۷۔ مرحلہ ۷ میں روح کا مستقر علیین یا سقیم ہے۔ اس مرحلے میں عذاب و ثواب قبر کا تعلق براہ راست روح سے ہوتا ہے۔ اور یہ عذاب و ثواب آخرت کی نسبت ہلکا اور غیر مسلسل ہوتا ہے۔ پھر کبھی کبھی یہ عذاب بواسطہ روح جسم تک بھی پہنچ جاتا ہے۔

۸۔ شہداء اور انبیاء سے مرحلہ ۸ حذف کر دیا گیا ہے۔ اس دور میں بھی ان پر موت کے بجائے زندگی کے آثار غالب ہوتے ہیں۔ لیکن یہ زندگی دنیاوی زندگی کی طرح نہیں ہوتی۔ اس زندگی

کی کیفیت کو سمجھنا ہمارے شعور سے ماوراء ہے۔

۹۔ رسول اللہ پر صلوٰۃ و سلام، دُور سے ہو یا قبر پر، صیغہ غائب سے ہو یا مخاطب سے، غائبین فرشتوں کے ذریعہ آپ تک پہنچایا جاتا ہے۔ اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ آپ پر سلام کہنے والے کو جواب دیں۔ یہ سلام امت کی طرف سے اجتماعی طور پر فرشتوں کے ذریعہ پہنچاتے جاتے ہیں۔ اور اسی طرح آپ اجتماعی طور پر جواب کے طور پر امت کے لئے سلام کہتے یا سلامتی کی دعا رکھتے ہیں۔ کیونکہ راجح قول یہی ہے کہ آپ پر جو سلام و صلوٰۃ کہا جاتا ہے۔ وہ سلام دعا ہے نہ کہ سلام تحیۃ۔ اسی طرح قبرستان میں جا کر مسلمانوں کو جو اسلام علیکم کہا جاتا ہے۔ وہ بھی سلام دعا ہے، سلام تحیۃ نہیں۔

۱۰۔ قرآن سماع کی پر نور ترویج کرتا ہے۔ صحیح احادیث استثنائی صورت پیش کرتی ہیں۔ ضعیف اور وضعی احادیث سماع موتی کا جواز ثابت کرتی ہیں۔ اور بزرگان کرام کے اقوال اور ان کی خوابیں اس جواز کو تائید و توثیق دیتی ہیں۔ اب مشکل یہ پیش آتی ہے کہ اگر ان بزرگان کرام کا احرام ملحوظ رکھ کر یہ سب درست تسلیم کر لیا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ جعلی احادیث اور بزرگوں کی خوابیں اور اقوال دراصل قرآنی آیات کا رد و پیش کر رہے ہیں۔

لہذا معذرت و اللہ اعلم بالصواب

خلافتِ جمہوریت

دورِ حاضر کا ایک نہایت اہم مسئلہ

مغربی جمہوریت جو دو کا سب سے بڑا رتبہ جس کو رائے بغیر قناعت دین ممکن نہیں کہ اسلامی نظامِ حیات اس کو دور کا بھی واسطہ نہیں ہے جبکہ ہم نفاذ اسلام کے ساتھ ساتھ اس کو بھی لگے لگاتے کھنا ضروری سمجھتے ہیں

فاضلِ معتمد مولانا عبدالرحمان کیلانی کے ترجمان کتابِ منتِ حقیقت نگار قلم سے

جلد ۱۸، صفحہ ۱۸

قیمت ۵ روپے

ناشر: ادارہ محدث مجلس التحقیق الاسلامی - ۹۹ جے او ایل ٹاؤن

لاہور